مغیث الدین فریدی کی منقبتی شاعری

"انسان کی روح الٰھی یا ربانی ھے۔انسان اسی د نیائے مادی میں رھتے بستے ھوئے پیھم مجاھدے اور ریاضت کے ذریعہ ذاتِ الٰھی سے متحد ومتصل ھوسکتا ھے یا صوفیانہ اصطلاح میں وہ "مجاھدے" سے" مکاشفہ" تک پھنچ سکتا ھے۔(Metaphysics of Romi) اور اس منزل پر پھنچ کر انسان"انسانِ کامل" کا مرتبہ پا لیتا ھے۔وہ دنیا میں خدا کا نائب اور دنیا کا محافظ قرار پاتا ھے۔اسی انسانِ کامل کے وجہ سے دنیا میں رحمتِ الٰھی کا نزول ھوتا رھتا ھے۔اور یھی وجہ ھے کہ اس کودنیا کا قطب بھی کھا جاتا ھے۔"

(The Encyclopaedia of Islam, Vol. II)

خداکے رسول ﷺ کے بعد یہ مرتبہ پانے والے انسانِ کامل خدا کے ولی اور صوفیاءکرام حضرات ہیں۔صوفیاءکرام نے اس مرتبے کوحاصل کرنے کے لئے قرآن کریم کواپنا ساز وبرگ اور عشقِ رسول ؐ کو اپنا زادِراہ بنایا۔قوتِ عشق کی بدولت انہیں انسانیت کے شرفِ کامل تک رسائی ہوئی اور عبدیت کے درجۂ کمال پر فائز ہوکر نیابتِ خداوندی حاصل کی اور نبیؐ کے کاموں کو آگے بڑھانے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کی۔اسی لئے خدا تعالیٰ نے پیغمبرِ اسلام محمد ﷺ کے بعد دوسرے نبیؐ کو بھیجنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔حضور ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ ہماری امّت کے اولیا کرام کا مقام بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہوگا۔اس حدیث کی روشنی میں خدا اور خدا کے نبیؐ کی مدحت کے بعد صوفیاءکرام کی شان میں قصیدے اور منقبت لکھنا حق بہ جانب ہے۔صوفیوں کا خیال ہے کہ اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے کارِنبوّت یعنی نبیؐ کے احکامات کو نافظ کرنے کی جتنی ضرورت ہے اتنی ہی روحانی طہارت کی ضرورت بھی ہے۔روحانی طہارت،عبادت وریاضت اور عشقِ رسولؐ سے حاصل ہوتی ہے۔اسی لئے بزرگانِ دین اور صوفیاکرام ہمہ وقت عبادت وریاضت اور عشقِ رسولؐ میں غرق رہتے تھے۔کہا جاتا ہے کہ کارِنبوّت کے سلسلہ کو آگے بڑھانا آسان کام ہے لیکن بارِنبوّت کے سلسلے کو قائم رکھنا بہت مشکل ہے،لیکن اس مشکل کام کو صوفیا کرام کرتے ہیں۔صوفیاءکرام دین اسلام کی تبلیغ کرنے کے ساتھ ساتھ روح کو پاک وصاف کرنے کی بھی ترغیب دیتے ہیں کیوں کہ دین کے راستے پر چلنے کے لئے شریعت اور روحانی پاکیزگی دونوں کی ضرورت ہے۔اسی لیے خدا اور خدا کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے محبت کرنے والے خدا کے ولیوں اور صوفیوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور ان کی شان میں قصیدے اور منقبت لکھ کر عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔

بیشتر شعرا نے حمد اور نعت کے بعد خلفائے راشدین اور صوفیاءکرام کی شان میں قصیدے اور منقبت کے اشعار عقیدت اور محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر لکھا ہے۔ان شعرا میں مغیث الدین فریدی قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کا آغاز سلام اور چادر کے اشعار سے کیا تھا۔غالباً جب وہ 13 سال

کے تھے تو انہوں نے اپنے جدِ اعلیٰ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار اقدس کی چادر پوشی کے موقع پر چادر کے چند اشعار کہے تھے۔ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کا عرس دس رمضان المبارک کو ہوتا ہے۔ عرس کے دن مزارِ عقدس پر بڑی اہتمام کے ساتھ چادر چڑھائی جاتی تھی جس میں حضرت شیخؒ کے اہلِ خاندان، معتقدین، اعلیٰ شعری ذوق، تخلیقی قوت رکھنے والے شاعر اور دوسرے بزرگ ایک شاندار جلوس کی شکل میں گھر سے مزار شریف تک چادر لے کر چلتے تھے۔ جلوس کے ساتھ قوال بھی ہوتے تھے جو چادر کے اشعار پڑھتے ہوئے چلتے تھے۔ خاص بات یہ ہے کہ چادر کے اشعار فی البدیہہ کہے جاتے تھے۔ شعر کہنے والے حضرات باری باری سے چپکے سے قوالوں کے کان میں اپنا شعر پڑھتے تھے جسے قوال فوراً قوالی کے دھن میں ڈھال لیتے تھے اور اس وقت تک اس شعر کو پڑھتے تھے جب تک کوئی اس سے بہتر شعر نہیں کہہ دیتا تھا۔ ایسے ہی جلوس میں ایک مرتبہ مغیث الدین فریدی بھی شریک تھے اس وقت وہ ننھے میاں کے نام سے جانے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی چادر کے چند اشعار کہے تھے لیکن اپنے بزرگوں کے سامنے قوالوں کے کان میں اپنے اشعار پڑھنے کی جرات نہیں کر پا رہے تھے۔ اسی کشمکش میں کافی دیر تک پریشان رہے لیکن بعد میں ہمت کر کے اپنے اشعار قوالوں کے کان میں جا کر چپکے سے پڑھ دیا اور قوالوں نے قوالی کی طرز میں ان کے اشعار پڑھے تو جملہ مجمع بے قابو ہو گیا اور مکرّر ارشاد سے فضا گونج اٹھی۔ فریدی کے دادا استاد ولی فتحپوری نے قوالوں سے پوچھا کہ یہ شعر کس کا ہے تو انہوں نے ننھے میاں (مغیث الدین فریدی) کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد ان کے چچا صاحب (اس وقت کے سجادہ نشین پیرزادہ عزیز الدین چشتی)، ولی فتحپوری اور دوسرے بزرگوں نے قوالوں کو حکم دیا کہ مزار اقدس کی باقی دوری طے کرتے وقت اب صرف ننھے میاں (مغیث الدین فریدی) کے اشعار پڑھے جائیں گے۔ اس کے بعد ننھے میاں کے اشعار اس وقت تک پڑھے گئے جب تک چادر پوشی کا مرحلہ مکمل نہیں ہوا۔ ان میں سے ایک شعر یہ تھا:

نگاہِ شوق طوافِ مزار کرتی ہے
غلافِ کعبہ ہے تیرے مزار کی چادر

مغیث الدین فریدی نے بزرگانِ دین میں منقبت کے اشعار کہنے کی شروعات اسی دن سے کی جو تا حیات جاری رہی۔ افسوس کی بات ہے کہ ان کی منقبتیں ان کی بیاض میں محفوظ تو نہیں ہیں لیکن ان میں سے بیشتر قوالوں، معتقدین اور خاندان کے افراد کو یاد ہیں۔

فریدی خود چشتیہ سلسلے کے صوفیوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت سلیم چشتیؒ اور بابا فرید گنج شکر ان کے اجداد تھے۔ ان بزرگوں کے وسیلے سے فریدی کا رشتہ حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ مغیث الدین فریدی نے خلفائے راشدین میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ کے تئیں اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرنے کے لئے غالب کے قصیدہ کے چند اشعار کی تضمین کی ہے۔ ماہرینِ تصوف کے مطابق تصوف کا سلسلہ حضرت علیؑ سے شروع ہوا ہے۔ بعض ماہرِ اسلامیات کا خیال ہے کہ خدا اور کائنات کی حقیقت کے بہت سے راز حضور اکرم ﷺ نے صرف حضرت علیؑ کو بتائی تھیں کیوں کہ صرف وہ ہی اس کے اہل تھے۔ آپ کی علمی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ۔ اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ آپؑ کی پرورش اور تربیت خود حضور اکرم ﷺ نے کی تھی۔ آپ کو دوش نبیؐ پر سوار ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ درِ خیبر کو توڑنے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا تھا۔ اسی لئے آپ کو یداللہ (خدا کا ہاتھ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بارِ نبوّت کے سلسلے کو قائم کرنے اور اسے آگے بڑھانے کا کام حضرت علیؑ نے کیا۔

غالب نے اپنے ایک شعر میں حضرت علیؑ کو مظہرِ فیض خدا، جان و دلِ ختمِ رُسل، قبلۂ آلِ نبیؐ اور کعبۂ ایجادِ یقیں سے تعبیر کیا تھا لیکن فریدی نے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرنے کے لئے اس میں یداللہ، مالک و مختارِ کل، محرمِ رمزِ شریعت اور دانائے سُبل کا اضافہ کر دیا:

اس میں کچھ شائبۂ وہم نہیں ہے بالکل
وہ یداللہ ہے اور مالک و مختار ہے کُل

محرمِ رمزِ شریعت ہے وہ دانائے سبل
''مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رُسل
قبلۂ آلِ نبیؐ کعبۂ ایجادِ یقیں''

حضرت کے اعلیٰ مرتبے اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے آپؑ کے دوش پیمبر پر چڑھنے کا ذکر کیا ہے اور دورانِ معراج حضور اکرم ﷺ نے عرش پر آپؑ کا نام لکھا ہوا جو دیکھا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غالب نے کہا کہ آپؑ تو آرائشِ فردوسِ بریں ہیں لہٰذا آپؑ کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ فریدی نے غالب سے اتفاق کرتے ہوئے آپؑ تو فاتحِ قلعۂ خیبر، مہرِ نبوت کا نگینہ ہونے کی طرف اشارہ کیا اور سرکارِ دوعالم کی طرف سے ان کو مولا اور حیدر کے خطابات سے نوازنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور دوشِ پیغمبر پر چڑھنے کے واقعہ کو معراج کا درجہ دے دیا:

تیری عظمت کا بیاں کیسے کرے کوئی بشر
فاتحِ قلعۂ خیبر ہے لقب ہے حیدر
تجھ کو معراج ملی دوشِ نبیؐ پر چڑھ کر
''جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر
نامِ نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں''
تو تو ہے مہرِ نبوت نگینہ آقا
تجھ کو سرکارِ دوعالم نے کہا ہے مولا
تیری تعریف کا حق ہم سے ادا کیا ہوگا
''کس سے ہو سکتی ہے مداحیٔ ممدوحِ خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں''

فریدی نے اپنے تضمینی اشعار کی مدد سے حضرت علیؑ کی عظمت، القاب، شجاعت کے کارناموں کی طرف اشارہ کر کے ان کے تئیں اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار خوبصورت انداز میں کر دیا ہے۔

فریدی نے حضرت علی کی شان میں منقبتی اشعار کے بعد صوفیا کرام کی شان میں بھی منقبتیں لکھی ہیں۔ چشتیہ سلسلے کے صوفیوں میں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان آنے والے پہلے صوفی تو نہیں تھے لیکن آپ ہی نے چشتیہ سلسلے کو آگے بڑھایا اور ہندوستان میں جہالت کی تاریکی کو ختم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ نے ہندوستان جانے کی بشارت دی تھی اور یہ حکم دیا تھا:

''اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین اور مددگار ہے۔ ہندوستان کی ولایت ہم نے تجھے عطا کی۔ وہاں تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ تو وہاں جا اور اجمیر میں قیام کر۔ تیرے وہاں رہنے سے بے دینی دور ہوگی اور اسلام کو رونق اور ترقی ملے گی۔''

آپ بارگاہِ رسالت کا حکم پا کر ایسے خوش ہوئے کہ جیسے دولتِ کونین مل گئی ہو۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو پتہ نہیں تھا کہ ہندوستان کہاں ہے۔ اس لئے خواب میں آپ کو پوری دنیا کی سیر کرائی گئی اور بتایا گیا کہ دنیا کے نقشہ میں ہندوستان اور اجمیر کہاں ہے۔ لہٰذا آپ بغداد، ہمدان، تبریز، اصفہان، خرقان

استرآباد، سبزوار اور بلخ سے غزنی پہنچے۔ غزنی سے ہوتے ہوئے ہندوستان روانہ ہوئے اور اجمیر جانے سے پہلے ملتان اور لاہور میں حضرت داتا گنج بخش ہجویری کے مزار پر کچھ عرصے قیام فرمایا اور اس کے بعد دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ دہلی ہوتے ہوئے خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر پہنچے اور اجمیر کو آپ نے اپنی تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ فریدی نے اپنے اشعار میں حضور اکرم ﷺ کی بشارت اور حضرت داتا گنج بخش ہجویری کے مزار پر خواجہ صاحب کے کچھ عرصہ قیام کرنے اور ان سے فیضیاب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فریدی نے حضرت داتا گنج بخش ہجویری کو مظہر نورِ خدا سے تعبیر کیا ہے جن کی صحبتوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو ایک کامل صوفی بنا دیا:

ساقیِ میخانۂ حق، خواجۂ بزم وفا
جو مدینے سے بشارت پا کے اجمیر آ گیا
جس پہ آئینہ تھی رمزِ خانقاہِ اولیا
بزمِ ہجویری سے یہ کہتا ہوا جو چل دیا
گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

فریدی نے خواجہ کے صوفیانہ پس منظر اور ان کی عظمت پر جس طرح روشنی ڈالی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خواجہؒ سے صرف عقیدت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے حالات زندگی سے بھی واقف تھے۔ جوشِ عقیدت و محبت سے چھلکتے ہوئے فریدی کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بزرگانِ دین کے حضور میں جسمانی طور پر حاظر ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ روحانی طور پر خواجہ غریب نوازؒ کے دربار میں حاضر ہونے اور ان کی عقیدت و محبت میں سر جھکانے کا مجاز رکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ خواجۂ خواجگاں کے فیض کا کمال ہے:

نہ طوافِ سنگِ مزار ہے نہ خم جبینِ نیاز ہے
جو بغیر سجدہ ادا ہوئی وہ دل و نظر کی نماز ہے
کوئی بزم چشت کہیں بھی ہو ز ہے فیضِ خواجۂ خواجگاں
یہی راگ ہے یہی رنگ ہے، یہی سوز ہے یہی ساز ہے

فریدی نے مندرجہ بالا اشعار میں جس سجدہ کی بات کی ہے اس کا تعلق اس سجدہ سے نہیں جو خدا کے لئے کیا جاتا ہے۔ خدا کے لئے جو سجدے کئے جاتے ہیں اس کے کئی ارکان ہوتے ہیں جسے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ فریدی سجدۂ تعظیم کی بات کر رہے ہیں۔ صوفیوں کے عقیدہ کے مطابق سجدۂ تعظیم غلط نہیں ہے۔ اس سلسلے میں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹے حضرت یوسف علیہ اسلام برسوں کی جدائی کے بعد جب ایک دوسرے سے ملے تو دونوں نے ایک دوسرے کو تعظیم میں سجدے کئے تھے۔ اس وقت دونوں خدا کے پیغمبر تھے اور پیغمبر کبھی غلط نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے سجدۂ تعظیم جائز ہے۔

محبوب سے محبت کی انتہا یہ ہونی چاہئے کہ اگر محبوب سامنے آ جائے تو عاشق اپنی سدھ بدھ کھو کر صرف محبوب کو دیکھتا رہے اور کچھ نہ کرے۔ مجھے حیرت ہے کہ ہمہ وقت خدا کی محبت میں غرق رہنے والا شاعر اقبال نے یہ کیسے کہہ دیا کہ:

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز

لباسِ مجاز میں خدا کے سامنے آجانے کے بعد اگر کوئی سجدے کی بات کرے تو اس کی محبت یقیناً رسمی ہوگی۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے تئیں مغیث الدین فریدی کی محبت رسمی نہیں ہے۔حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی منقبت میں محبت اور جوشِ عقیدت سے سرشار فریدی کے مندرجہ ذیل شعر میں کہا گیا ہے کہ اگر خواجہ کے دربار میں وہ جسمانی طور پر حاضر ہوتے بھی ہیں تو ان کی محبت میں سلام و پیام سے بے خبر اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھتے ہیں اور بت بن جاتے ہیں۔۔فریدی پھر یہ کہتے ہیں کہ وہ بے ادب نہیں ہیں بلکہ اس کے پیچھے کوئی راز چھپا ہوتا ہے:

ادب اے فریدیِ بے خبر تو حریمِ چشت میں ہے مگر
نہ سلام ہے نہ پیام ہے یہ ضرور عالمِ راز ہے

فریدی اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہی دراصل امانتِ غمِ عاشقی اور کیفِ سوز و گداز ہے:

نظر آستانے پہ جم گئی تو زباں پہ مہر سی لگ گئی
کہ امانتِ غمِ عاشقی یہی کیفِ سوز و گداز ہے

سلام و پیام سے بے خبر فریدی بے ادب تو نہیں ہیں پھر بھی خواجہؒ کی نظر میں اگر یہ بے ادبی ہے تو خواجہ ان کے ساتھ جو بھی سلوک کریں انہیں منظور ہے لیکن خواجہ سے ان کی یہ التجا ہے کہ وہ انہیں اسی نگاہ سے دیکھیں جو نگاہِ آئینہ ساز ہے۔

دل و جاں سے مجھ کو قبول ہے جو سلوک چاہئے کیجئے
مگر اس نگاہ سے دیکھئے جو نگاہِ آئینہ ساز ہے

فریدی کو یقین ہے کہ خواجہؒ ان سے التفات ضرور کریں گے کیوں کہ وہ تو غریب نواز ہیں ان کا دیار، دیارِ بخششِ عام ہے اور غریب نواز کا در تو دُکانِ آئینہ ساز ہے جہاں ہر کسی کے غم کا علاج ہوتا ہے۔آئینہ دل کی علامت ہے اور آئینہ ساز ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والے سے عبارت ہے:

یہاں سب کے غم کا علاج ہے نہ طلسم ہے نہ مجاز ہے
یہ دیارِ بخششِ عام ہے کہ درِ غریب نوازؒ ہے
نہ ہو جس میں پرتوِ ذاتِ حق یہاں ایسا کوئی بھی دل نہیں
یہ درِ غریب نوازؒ ہے کہ دُکانِ آئینہ ساز ہے

درِ خواجہؒ اگر دکانِ آئینہ ساز ہے تو ساقیِ اجمیر سے فریدی کی یہ التجا ہے کہ انہیں وہ جامِ عشق عطا کیا جائے جس سے ان کا دل و دماغ روشن ہو جائے:

دور سے آئے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں دیر سے
التجائیں کر رہے ہیں ساقیٔ اجمیر سے
دل ہو روشن ہم کو ایسا جام دے دے ساقیا
اور چھلکے اور چھلکے اور چھلکے ساقیا

جوشِ عقیدت سے نشے کے عالم میں جھومتے ہوئے فریدی کے اشعار لاجواب ہیں۔جام چھلکانا محبت کی انتہا کی علامت ہے۔دراصل محبت ہی رازِ حیات

ہے۔اگراس کی آگ دل میں نہ ہوتو وہ گوشت پوست کا ایک بے جان ٹکڑا ہے۔محبت کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی زندگی سمٹ کرایک مرکز پر آجائے۔اس کے نفس کے تقاضے خاموش ہو جائیں۔رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو۔وہ اپنے لئے جینا چھوڑ دے اور خدا کے لئے جینے لگے۔خدا کے لئے جینا ارتقائے انسانیت کی آخری منزل ہے۔خدا کے لئے جینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کر لے اور ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت کرے۔وہ شادی بھی کرے کھائے بھی۔اللہ کی مخلوق سے ملے بھی لیکن اس طرح کہ وہ علائق کے ہجوم اور تعلقات کے ازدھام میں گرفتار ہو کر اپنے معبود حقیقی کو نہ بھول جائے۔اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے مستفید ہو لیکن دنیا کی محبت اس کے دل میں جگہ حاصل نہ کر پائے۔وہ ہر گام رضائے الٰہی کا طلبگار ہو۔خدا کے لئے جینا ایک زبردست انقلاب ہے۔ایسا انقلاب جو انسانی زندگی کے مرکز اور محور کو بدل دیتا ہے۔اسی لئے فریدی ساقیٔ میخانہ سے مسلسل جام چھلکانے کی التجا کر کے انتہائے تشنگی دکھانا اور اپنے ظرفِ بےخودی کو آزمانا چاہتے ہیں:

ہم سرورِ تشنگی اپنا دکھانے آئے ہیں
اپنے ظرفِ بیخودی کو آزمانے آئے ہیں
ظرف سے بڑھ کر ہیں سب کی تشنگی کے حوصلے
جام لینے آئے ہیں دستِ معین الدین سے

فریدی جس جام کے لئے تشنگی محسوس کر رہے ہیں وہ کوئی معمولی جام نہیں ہے۔وہ اس جام کی بات کر رہے ہیں جو خواجہ نے مدینہ میں روضے پر پیا تھا۔دورانِ حج آپ روضۂ اقدس کے سائے میں کئی روز تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے اور آپ کو حضور اکرم ﷺ کی بشارت نصیب ہوئی۔اس کے بعد خواجہ تمام عمر عشقِ الٰہی میں ڈوبے رہنے کے ساتھ ساتھ نشۂ محبتِ رسول ﷺ سے بھی سرشار رہے۔حج کے لئے جانے سے پہلے بغداد کے راستے میں نیشاپور کے قصبہ ہارون میں مشہور بزرگ خواجہ عثمان ہارونی سے آپ بیعت ہوئے تھے اور بیس سالوں تک ان کی خدمت میں رہے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔فریدی نے انہیں واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور خواجۂ عثمانِ ہارونی کے ساغر کے متمنی ہیں:

جو مدینے میں کھنچی تھی وہ پلادے ساقیا
تو نے جو روضے پہ پی تھی وہ پلا دے ساقیا
جام میں افشردۂ بغداد بھر کے دے ہمیں
خواجۂ عثمانِ ہارونی کا ساغر دے ہمیں

خواجہ کے دربار میں جام محمد ﷺ اور ساغر خواجۂ عثمانِ ہارونی حاصل کرنے کے بعد فریدی کی تشنگی مٹنے لگتی ہے، روح وجد کرنے لگتی ہے اور وہ خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں:

وجد میں ہے روح دل کی تشنگی مٹنے لگی
پی رہے ہیں بارگاہِ چشت کی کھینچی ہوئی
آج میخانے میں اس کے میکشوں کی عید ہے
بند آنکھیں ہیں مگر دل میں سرورِ دید ہے

فریدی خواجہؒ کے شکر گذار ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ یونہی خواجہؒ کا میخانہ آباد رہے اور جامِ طہارت چھلکتا رہے:

تا ابد ساقی یونہی آباد میخانہ رہے
جوش میں صہبا رہے گردش میں پیانہ رہے

فریدی کی آرزو پوری ہوتی ہے اور وہ ایک بار پھر خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں:

پھر بہار آئی ہے میخانہ کھلا اجمیر میں
ہوگئی مقبول رندوں کی دعا اجمیر میں

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے علاوہ مغیث الدین فریدی نے اپنے جداعلیٰ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی شان میں بھی منقبتیں لکھی ہے ۔حضرت سلیم چشتیؒ بابا فرید گنج شکرؒ کی نویں پشت میں ہیں۔ ۲۳ سالوں تک عرب ممالک (عراق، حجاز اور شام) میں قیام کیا اور متعدد اولیا کرام سے برکات حاصل کر کے ۹۴۴ھ میں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ ہندوستان آئے اور فتحپور سیکری کو اپنا مسکن بنایا۔مغیث الدین فریدی نے آپ کو نورِ خدا کا مظہر اور ولی، خلقِ نبیؐ کے پیکر اور محبوبِ مصطفےٰ، عرفاں کی شمع، ایمان کی روشنی، گلزارِ چشت کی بادِ سحر گاہی سے خطاب کیا ہے۔فریدی نے آپ کو بھٹکے ہوؤں کا رہبر اور بیکسوں کے والی سے بھی تعبیر کیا ہے:

نورِ خدا کے مظہر حضرت سلیم چشتیؒ
خلقِ نبیؐ کے پیکر حضرت سلیم چشتیؒ
فانوسِ شمعِ عرفاں ایماں کی روشنی ہو
گلزارِ چشت میں تم بادِ سحر گہی ہو
محبوبِ مصطفےٰ ہو اللہ کے ولی ہو
بھٹکے ہوؤں کے رہبر حضرت سلیم چشتیؒ
اے بیکسوں کے والی حضرت سلیم چشتیؒ

فریدی نے کہا ہے کہ فتحپور سیکری کے لئے یہ باعث فخر ہے کہ حضرت سلیم چشتیؒ نے وہاں اپنا مسکن بنایا اور وہاں کے لوگوں کی روحانی اصلاح کی۔اس جگہ کو منتوں اور مرادوں والی جگہ مان کر بعد میں شہنشاہ اکبر نے بھی اپنی سلطنت بنائی:

شرف یہ خاکِ فتحپور سیکری کو ملا
کہ یہ دیار مسکن سلیم چشتیؒ کا

مغیث الدین فریدی کو بابا فرید گنج شکرؒ اور حضرت سلیم چشتیؒ سے جو نسبت تھی اس پر وہ ہمیشہ فخر محسوس کرتے تھے۔کیوں کہ ان کے بزرگوں نے سرزمینِ ہندوستان پر ترانۂ حق گایا تھا۔بابا فرید گنج شکر نے حق کا جو درس دیا تھا وہی درس حضرت سلیم چشتیؒ نے بھی دیا۔گنج شکرؒ کی محفل میں ظہورِ نور کی جو کیفیت تھی وہی کیفیت سلیم چشتیؒ کی محفل میں موجود ہے:

گنجِ شکر کے لب پر جو تھا ترانۂ حق
اس رنگ کا ہے سرگم نامِ سلیم چشتیؒ

یہ ظہور و نور ہے آج تک اسی شمعِ محفلِ چشت کا
سرِ بزمِ شیخ سلیمؒ بھی وہی رنگِ بزمِ فریدؒ ہے

فریدی نے حضرت شیخ سلیم چشتیؒ سے فریاد کرتے وقت ان کو بابا فرید گنج شکرؒ کے وارث سے خطاب کیا ہے اور بالے میاں کے صدقہ میں اپنی مدد کی درخواست کی ہے۔ بالے میاں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے جو رحم مادر میں ہی صوفی ہو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اکبر نے حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی تھی تو حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے چاہا تو تمہیں بیٹا عطا کرے گا۔ اس وقت بالے میاں پالنے میں لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں کہا کہ ابا حضور آپ بادشاہ کو آس میں کب تک رکھیں گے آپ صاف صاف خدا سے دعا کیوں نہیں کر دیتے تو آپ نے فرمایا ہر چیز قربانی مانگتی ہے۔ بالے میاں نے کہا کہ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے حضرت شیخ نے خدا سے دعا کی اور اکبر سے کہا کہ تمہیں ایک نہیں تین بیٹے ہونگے۔ جب رانی جودھا بائی حاملہ ہوئیں تو بالے میاں اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ فریدی انہیں بالے میاں کے صدقے میں اپنی بگڑی بنانے کے لئے فریاد کر رہے ہیں:

گنجِ شکر کے وارث مجھ سے نظر نہ پھیرو
بالے میاں کا صدقہ مجھ بے نوا کو دے دو
بگڑی مری بنا دو آقا مجھے سنبھالو

آج بھی حضرت سلیم چشتی کے دربار میں اولاد کے لئے دنیا بھر سے ہزاروں لوگ حاضر ہوتے ہیں اور حضرت شیخ سب کی مرادوں کو پوری کرتے ہیں۔ اسی لئے فریدی کہتے ہیں:

یہاں ہمیشہ مرادوں کے پھول کھلتے ہیں
سدا بہار ہے گلشن سلیم چشتیؒ کا

حضرت شیخ جب سب کی مرادوں کو پوری کرتے ہیں تو پھر اپنی اولاد کی کون سی آرزو ہے جو پوری نہ کریں گے۔ اس لئے فریدی کی زبان پر ہر دم حضرت سلیم چشتیؒ کا نام رہتا ہے کہ وہی ان کا وظیفہ بھی ہے اور عبادت بھی:

ہے یہ مرا وظیفہ، ہے یہ مری عبادت
رہتا ہے لب پہ ہر دم نامِ سلیم چشتیؒ
ہوگی ضرور ہم پر ان کے کرم کی بارش
لیں گے ادب سے جب ہم نام سلیم چشتیؒ

مرید اپنے پیروں کی محبت اور عقیدت میں ہمہ وقت تڑپتے رہتے ہیں صوفیا کرام حضرات بھی مریدوں کو اپنے دل و دماغ سے کبھی جدا نہیں کرتے ہیں۔ صوفیہ کے مسلک کے مطابق قیامت کے روز تمام مریدان اپنے اپنے پیر کے زیر سایہ ہوں گے اور ان کے پیران ان کے لئے خدا سے دعا فرمائیں گے اور خدا صوفیوں کے تمام مریدوں کی خطاؤں کو معاف کر دینگے۔ فریدی تو حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے روحانی مرید تھے اور اولاد بھی۔ اس لئے ان کو یقین ہے کہ اپنے جد کے آستانے سے دور ہونے کے باوجود بھی انؒ کے دل کے قریب ہیں اور ان کے لطف سے فیض یاب ہیں:

ترے آستانے سے دور ہوں مگر اس یقین کو کیا کروں
مرے حال سے رہے بے خبر یہ ترے کرم سے بعید ہے
ہوں تمام جُرم و خطا مگر مجھے ناز نسبتِ خاص پر
مری ہر خطا کے جواب میں ترا لطف مجھ پہ مزید ہے

ایک اور منقبت کے اشعار میں بھی فریدی نے اپنی نسبت کا واسطہ دیتے ہوئے اپنی مرادوں کی تکمیل کے لئے حضرت شیخ سلیم چشتیؒ سے فریاد کر رہے ہیں:

تم سے نہیں تو کس سے جا کر کہیں فریدی
نالے بھی نارسا ہیں، ہے بے اثر دعا بھی
در پر تمہارے لائی نسبت تمہارے در کی

فریدی حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے در کو درِ باب رحمت قرار دیتے ہیں اور افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس در سے دور ہیں۔ اس لئے بے قرار ہو کر وہ اپنے جد اعلیٰ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ سے اس طرح مخاطب ہیں جیسے بچے ناز کے ساتھ اپنے والدین سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ نسبتِ خاص کا واسطہ دیتے ہوئے فریدی محبت کی اس شراب کے متمنی ہیں جو تازہ کشید ہے۔ وہ اپنے جد اعلیٰ سے اپنے دل کا حال بیان کرنے کے لئے یوں رقم طراز ہیں:

جو در ہے بابِ رحمت اس در سے دور ہوکر
مولیٰ تڑپ رہا ہوں میں ناصبور ہو کر
فریاد کر رہا ہوں زخموں سے چور ہوکر
میں ہوں دل گرفتہ وسرگراں یہ مئے کہن کا خمار ہے
وہ پلا دے آج تو ساقیا جو شراب تازہ کشید ہے

شرابِ تازہ کشید کرنے کے بعد فریدی کو وہ نظر مل جاتی ہے جو انہیں درکار تھی۔ اب فریدی اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

ترے لطف سے وہ نظر ملی کہ یہ امتیاز بھی اُٹھ گیا
یہ تبرّکات کی دید ہے کہ ترے جمال کی دید ہے

اس شعر میں فریدی نے تبرکات کا ذکر کرکے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ دورانِ سفر بغداد شریف روضۂ اقدس حضرت غوث الاعظمؒ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ پر حاضری دی تھی۔ حضرت غوث اعظم نے اپنی اولاد اور وہاں کے سجادہ نشین دیوان برہم کو ایک شب بشارت دی کی ہمارا خرقۂ خاص اور خلافت نامہ شیخ سلیم ہندی کو مرحمت کردو۔ جب صبح ہوئی تو سجادہ نشیں صاحب موصوف نے وہ خرقہ مبارک وخلافت نامہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے حوالے کردیا۔ آج بھی یہ تبرکات حضرت سلیم چشتیؒ کی درگاہ میں موجود ہیں۔

فریدی کے تمام غم دور ہوگئے اور اب حضرت سلیم چشتیؒ کی نظر التفات سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور اب جو لمحہ نصیب ہوا ہے وہ لمحۂ خاص ہے اور یہی لمحہ مقام رازونیاز کا ہے:

وہ حجابِ ظلمتِ غم اٹھا یہ نویدِ صبحِ امید ہے
ترے التفات کی اک نظر مرے واسطے مہِ عید ہے
ادب اے فریدیِ مضطرب یہ مقامِ راز و نیاز ہے
یہی لمحہ لمحۂ خاص ہے یہی وقتِ وقتِ سعید ہے

مغیث الدین فریدی نے علامہ اقبال کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے صوفیا کرام کے علاوہ گرونانک کی شان میں بھی ایک نظم لکھی ہے۔ گرونانک نے ایک ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی جس میں دونوں مذاہب ہندو اور اسلام کی خوبیوں کو شامل کیا۔ انہوں نے ملک کے کونے کونے میں گھوم کر صوفیوں اور رِشیوں، منیوں سے ملاقات کی اور ان سب کی تعلیمات اور کلام جمع کیا اور انہیں سِکھ مذہب کی کتاب ''آدی گرنتھ'' کی زینت بنائی۔ بابا فرید شکر گنج کی تعلیمات آج بھی آدی گرنتھ میں بطور کوٹیشن شامل ہیں۔ اسی لئے فریدی نے گرونانک دیو جی کی شخصیت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں غمخوار گرو، دلدار گرو، بیدار گرو، مشعلِ عرفاں نورِ خدا اور پنجاب کا مردِ کامل سے تعبیر کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ شیخ و برہمن دونوں کو ایمان کی دعوت دیتا تھا
اخلاص و وفا کی محفل میں وہ درسِ صداقت دیتا تھا
نادار کو دولت دیتا تھا کمزور کو ہمت دیتا تھا
غمخوار گرو، دلدار گرو، بیدار گرو ڈیجا گرو
پنجاب کا وہ مردِ کامل وہ بابا نانک شاہ گرو
وہ مشعلِ عرفاں نورِ خدا ہر گھر کا اجالا بن کے رہا
کیفیتِ صہبا بن کے رہا گردش میں پیالا بن کے رہا
باطل کی اندھیری بستی میں اللہ والا بن کے رہا
بھٹکی ہوئی جھوٹی دنیا کو دکھلا گیا سچ کی راہ گرو
پنجاب کا وہ مردِ کامل وہ بابا نانک شاہ گرو

الغرض فریدی اپنے منقبتی اشعار میں بزرگانِ دین کی محبت میں تڑپتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ فریدی نے جہاں حضرت علیؑ، خواجہ حضرت معین الدین چشتیؒ اور حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی شان میں منقبتیں لکھیں وہیں سکھ مذہب کے گرو، گرونانک دیو جی کی شان میں بھی نظم لکھ کر مذہبی رواداری کی مثال پیش کی ہے۔ ان بزرگوں کی شان میں لکھے گئے فریدی کے اشعار رسمی نہیں ہیں بلکہ ان میں سچی عقیدت ومحبت ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں دل کی گہرائیوں سے کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے اشعار میں آمد ہی آمد ہے آورد کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ خواجہ حافظ کی طرح فریدی کی تقدیسی شاعری میں ساقی، میخانہ، جام ،صراحی، شراب اور صہبا جیسے الفاظ کے استعمال سے خمریات کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محبت کے نشے میں فریدی کے ساتھ ساتھ ان کے اشعار بھی مستی میں جھوم رہے ہیں۔ فریدی اگر صرف تقدیسی شاعری ہی کرتے تو بھی ان کا شمار بڑے شاعروں میں ہوتا۔

Residence: 262-D, Shipra Sun City, Indirapuram, Ghaziabad-201014
Mobile No: 09911796525
Website:people.du.ac.in/~aahmad